

## 9 شعبہ وارجائزہ

اس باب میں ٹیکسٹائل، کھاد، گاڑیوں اور تعمیرات سمیت بعض اہم صنعتی شعبوں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ ان شعبوں کا پاکستان کی جی ڈی پی میں براہ راست حصہ 12 فیصد سے زائد ہے اور ان کا ملک میں انجام دی جانے والی دیگر معاشی سرگرمیوں سے گہرا ربط ہے۔ ان شعبوں کے جائزے میں طلب و رسد کی صورت حال، پالیسی ماحول، درآمدات و برآمدات پر اثرات اور دیگر مخصوص شعبہ جاتی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

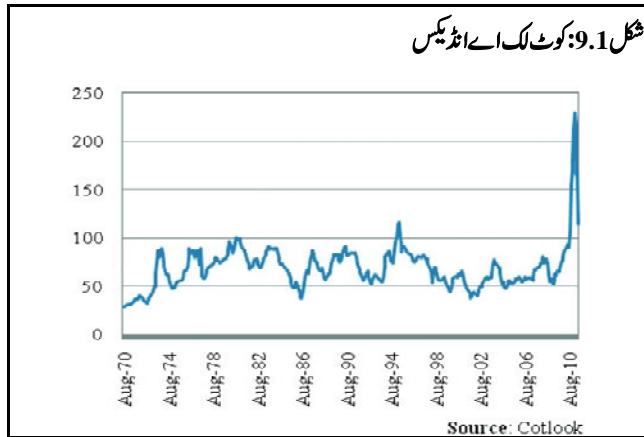
### 9.1 ٹیکسٹائل

جدول 9.1: پاکستانی معیشت میں ٹیکسٹائل کا حصہ			
آخر سال 2011ء (فیصد میں)			
جی ڈی پی	7.4	منڈی کی سرمایہ کاری	3.2
بڑے پیمانے کی اشیا سازی	32.6	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری	1.6
روزگار	38*	فجی قرضے	20.2
برآمدات	55.6	ای ایف ایس	62.7
* مجموعی اشیا ساز افرادی قوت میں سے			
ماخذ: اقتصادی سروے 2011ء، بینک دولت پاکستان			

پاکستان کی معیشت پر ٹیکسٹائل کا شعبہ خاصے اثرات مرتب کرتا ہے جس کی عکاسی ملکی پیداوار، مالی خدمات اور زرمبادلہ کی آمدنی میں اس کے براہ راست حصے سے ہوتی ہے (جدول 9.1)۔ اس کے علاوہ، روزگار کی فراہمی میں اہم کردار کے باعث اس شعبے کے ملک کے سماجی و معاشی حالات پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اگرچہ مالی سال 11ء کے آغاز میں ٹیکسٹائل کے امکانات مثبت تھے لیکن اس شعبے کو بجلی اور گیس جیسی بنیادی سہولتوں کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ مزید برآں، تباہ کن سیلاب نے بھی مالی سال 11ء کی پہلی ششماہی میں ٹیکسٹائل کی پیداوار کو متاثر کیا تھا۔ تاہم، سال کی دوسری ششماہی کے دوران کپاس کی عالمی قیمتوں میں اضافے نے غیر معمولی طور پر بلند برآمدی قیمتوں کی شکل میں آمدنی بڑھانے کے مواقع فراہم کیے جس سے پیداواری سرگرمیوں کو توسیع دینے کی ترغیب ملی۔ اس کے نتیجے میں مالی سال 09ء کی دوسری ششماہی کے دوران ٹیکسٹائل مینوفیکچرنگ کے شعبے میں 10.9 فیصد نمو دیکھی گئی جبکہ پہلی ششماہی میں اس میں منفی 6.5 فیصد نمو ہوئی تھی۔

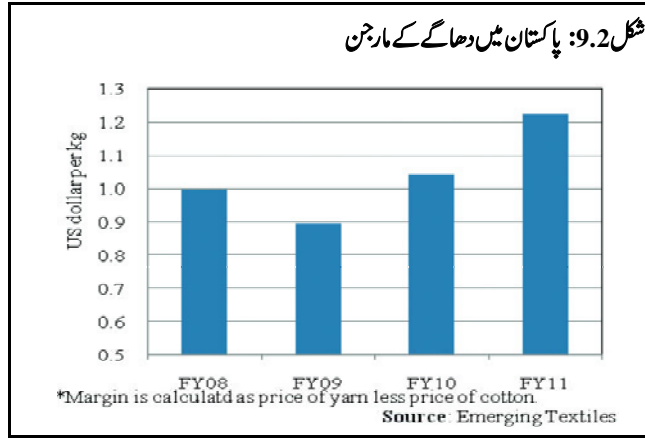
### شکل 9.1: کوٹ لک اے انڈیکس



کپاس کی قیمتوں میں بلند اضافے سے فائدہ پہنچا کپاس کی قیمتیں اکتوبر 2010ء میں تیزی سے بڑھنا شروع ہوئی تھیں اور فروری 2011ء میں ڈیڑھ سو برس کی ریکارڈ سطح پر پہنچ گئیں۔ اس کی وجوہات میں طلب و رسد دونوں کے عوامل نے اہم کردار ادا کیا (شکل 9.1)۔ رسد میں کمی کا باعث بننے والے اہم عوامل میں پاکستان اور آسٹریلیا میں سیلاب کے باعث پیداواری نقصانات، چین اور ازبکستان میں ناسازگار موسم، امریکی ذخائر میں کمی اور بھارت کی جانب سے برآمدات کی حد مقرر کرنا شامل ہیں۔ تاہم، چین کی جانب سے کپاس کے ذخائر جمع کرنے کی کوششیں بھی اس کی قیمتوں میں شدت لانے کا ایک اہم سبب ہیں جبکہ اس کے نتیجے میں جلد بازی میں خریداریوں اور مستقبلات کے سمجھوتوں میں مختلف قسم کی سٹے بازی بھی ہو سکتی ہے۔

کپاس کی قیمتوں میں اضافے سے دنیا بھر میں ٹیکسٹائل مصنوعات کی قیمتوں میں وسیع الہیاد اضافہ ہو گیا جس سے پاکستان کو ٹیکسٹائل برآمدات کے ذریعے 13.8 ارب ڈالر کا زرمبادلہ کمائے میں مدد ملی۔ قیمتوں کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران بستر کی چادروں، تولیے اور سوتی دھاگے جیسی اہم اشیا کی برآمدی مقدار میں کمی

جدول 9.2: ٹیکسٹائل شعبے کی برآمدی کارکردگی (سال بسال نمو)						
جولائی تا جون 11ء میں فیصد تبدیلی			جولائی تا جون 10ء میں فیصد تبدیلی			
جولائی تا جون 09ء کے مقابلے میں			جولائی تا جون 09ء کے مقابلے میں			
اکائی قیمت	قدر	مقدار	اکائی قیمت	قدر	مقدار	اجناس
	35.2			6.8		ٹیکسٹائل گروپ
103.3	72.1	-15.4	9.4	124.0	104.7	خام کپاس
78.0	51.0	-15.2	7.7	28.6	19.4	سوئی دھاگہ
11.9	42.4	27.2	-2.2	-7.9	-5.8	سوئی کپڑا
6.4	30.4	22.6	1.4	1.4	0.0	ہوزری (نٹ ویز)
25.6	19.6	-4.8	1.2	0.5	-0.7	بستر کی چادریں
21.7	13.8	-6.5	-7.2	3.9	12.0	تولیے
15.7	-19.5	-30.5	5.2	9.4	4.0	تریال اور کرکچ کی دیگر اشیا
6.4	40.7	32.2	6.9	3.2	-3.4	ریڈی میڈ گارمنٹس
11.4	50.1	34.7	18.6	60.3	35.2	فنی ریشم اور مصنوعی ریشم کی ٹیکسٹائل



کے باوجود ٹیکسٹائل برآمدات کی آمدنی میں 44.7 فیصد نمو ہوئی<sup>1</sup> جبکہ اس کے مقابلے میں سوئی کپڑوں، ہوزری، ریشم و مصنوعی ریشے جیسی اشیا کی مقدار اور قدر دونوں میں اضافہ ہوا۔ جس کا اہم سبب مستحکم اکائی قیمتیں اور چینی مصنوعات کو ہونے والے مسابقتی نقصانات ہیں (جدول 9.2)۔<sup>2</sup>

برآمدات میں ہونے والے اس غیر معمولی اضافے کے باوجود ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کی برآمدی کارکردگی کو مزید بہتر بنایا جاسکتا تھا اگر (الف) توانائی کی بلا قفل فراہمی جاری رہتی، بروقت فراہمی میں ناکامی کے خطرے کے باعث ملکی برآمد کنندگان کو بڑی تعداد میں آرڈرز منسوخ کرنا پڑے (ب) ملکی برآمد کنندگان نے کپاس کے متبادل کے طور پر مصنوعی ریشے پر توجہ مرکوز کی ہوتی

اور (ج) برآمد کنندگان کے لیے دھاگے کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی پیش بندی کا مارکیٹ پر مبنی طریقہ کار موجود ہوتا۔ کپاس کی مارکیٹ میں حالیہ اتار چڑھاؤ سے ملک میں کسی ایسے طریقہ کار کی موجودگی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے جس کے ذریعے برآمد کنندگان غیر یقینی حالات میں اپنی مصنوعات کی پیش بندی کے قابل ہو سکیں۔<sup>3</sup>

#### بلند مارجن سے اسپننگ کے شعبے میں تیزی آئی

مالی سال 11ء کے دوران کپاس کی پیداوار میں کمی کے باوجود اسپننگ کی سرگرمیوں میں بہتری دیکھی گئی جس کی وجوہات میں کپاس کی کم برآمدات اور زیادہ مقدار میں درآمد اور بہتر منافع شامل ہیں۔ مالی سال کی پہلی ششماہی کے دوران اسپننگ کی سرگرمیاں کپاس کی دستیابی میں کمی سے متاثر ہوئی تھیں تاہم مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں اس کی پیداوار میں اس وقت خاصا اضافہ ہو گیا جب بھارت نے کپاس کی برآمد پر عائد پابندیاں ختم کر دیں جس سے پاکستانی برآمد کنندگان کو طلب و رسد کا فرق پورا کرنے میں مدد ملی۔<sup>4,5</sup> مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران دھاگے کی پیداوار میں اضافے کا ایک اہم سبب اسپننگ کے مارجنز کا مسلسل دوسرے سال بڑھنا ہے (شکل 9.2)۔ اس شعبے میں

1 کپاس اور سوئی دھاگے کی برآمدی مقدار میں کمی کا سبب قابل درآمد فاضل پیداوار کی دستیابی میں کمی ہے۔ جبکہ گھریلو ٹیکسٹائل مصنوعات (بستر کی چادریں اور تولیے) میں کمی کا اہم سبب درآمدی ملکوں میں ذخائر کی بلند سطح، گھریلو آرائش کی کمزور ملکی منڈی اور عالمی خریداروں کا بھارت کی بلند معیار کی حامل مصنوعات پر توجہ دینا ہے۔

2 افرادی قوت کی بڑھتی ہوئی لاگت کے باعث چین کی ٹیکسٹائل مصنوعات کی امریکہ اور یورپی یونین میں طلب کمزور ہو رہی ہے۔

3 سیکورٹیز اینڈ ایکس چینج کمیشن آف پاکستان نے حال ہی میں پاکستان مرکٹسٹائل ایکس چینج لمیٹڈ (پی ایم ای ایکس) اور ایکس چینج کمیشن آف پاکستان کو کپاس کے مستقبلات کی تجارت کی اجازت دی ہے۔ لیکن دیکھنا ہے کہ کتنے فریق نئے نظام سے کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

4 پاکستان نے مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران 188 ہزار میٹرک ٹن کپاس درآمد کی جبکہ پہلی ششماہی میں 157 ہزار میٹرک ٹن کپاس درآمد کی گئی تھی۔

5 مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں سوئی دھاگے کی پیداوار میں 7.6 فیصد اضافہ ہوا جبکہ پہلی ششماہی میں یہ 1.6 فیصد بھی تھی۔

ناصر ف بھر پور مارجنز سے پیداوار کو بڑھانے میں مدد ملی بلکہ اس میں مزید سرمایہ کاری کی گئی جس کی عکاسی سال میں اسپننگ مشینری کی درآمد میں 23.3 فیصد نمو سے ہوتی ہے۔

#### مستقبل میں کپڑوں کو درپیش خطرات

مالی سال 11ء کے دوران کپڑوں کی برآمدات میں ہونے والی نمو عارضی تھی اور اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ مالی سال 12ء میں بھی اس کا تسلسل رہے گا۔ برآمدات کے تفصیلی اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران برآمدی کپڑے کی برآمدات کا بڑا حصہ ترکی کو بھیجا گیا۔<sup>6</sup> تاہم، ترک حکومت کی جانب سے جولائی 2011ء میں تحفظاتی پابندیوں کے نفاذ کے بعد ترکی کی طلب میں کمی آنے کا امکان ہے۔

لیکن بنگلہ دیش کو کپڑے کی برآمدات جاری رہیں گی۔ یورپی یونین نے جنوری 2011ء میں بنگلہ دیش سے ٹیکسٹائل درآمدات کے قواعد میں نرمی کردی تھی، نئے قواعد کے تحت بنگلہ دیش میں گارمنٹ کے مینوفیکچررز ترجیحات کے عمومی نظام (جی ایس پی) سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اسی کے تحت وہ پاکستانی کپڑے کو خام مال کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔<sup>7</sup> اس کے نتیجے میں مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں بنگلہ دیش کو برآمدات بڑھ گئیں۔

#### پاکستان کی ملبوسات اور گھریلو ٹیکسٹائل شعبوں کے مسائل

جدول 9.3: ملبوساتی منڈیوں میں فیصد حصہ (مقدار میں)				
فیصد میں	امریکہ	م 10ء	م 11ء	م 10ء
چین	41.7	40.8	50.3	49.9
بنگلہ دیش	6.4	6.7	12.0	13.0
کبویا	3.6	4.1	0.9	1.0
ویت نام	7.6	8.9	2.1	2.2
پاکستان	2.9	2.8	2.7	2.8
بھارت	4.1	3.9	5.7	5.2

ماخذ: یورو اسٹیٹ اور انکیسا

اگرچہ پاکستانی ملبوسات (نٹ ویز اور وین گارمنٹس دونوں) کی برآمدات میں مالی سال 11ء کے دوران خاصا اضافہ دیکھا گیا لیکن یہ عالمی منڈیوں میں اپنا حصہ بڑھانے میں ناکام رہا۔ اجرتوں میں اضافے کے دباؤ اور یو آن کی قدر بڑھنے کی وجہ سے چین ملبوسات کی مارکیٹ میں اپنا حصہ برقرار نہیں رکھ سکا تھا اور بنگلہ دیش اور کمبوڈیا جیسے ملکوں نے اس کے حصے کی برآمدات کیں۔ توانائی کی قلت اور امن و امان کی صورتحال سے دوچار پاکستانی اشیاء ساز صرف منڈی میں اپنا موجودہ حصہ برقرار رکھنے میں کامیاب رہے (جدول 9.3)۔

ناسازگار کاروباری حالات کے علاوہ سوئی ملبوسات کی منڈی میں پاکستان کا ارتکاز مارکیٹ میں اس کے حصے کو بڑھانے میں رکاوٹ بنا۔ کپاس کی قیمت میں تیزی سے اضافے نے خریداروں کو غیر سوئی ملبوسات (بشمول مصنوعی ریشہ، اون وغیرہ) کی طرف متوجہ کیا۔ تاہم، پچھلے کئی برسوں سے مصنوعی ریشے کو حاصل تحفظ اور ٹیکسٹائل اشیاء سازوں کے پاس مصنوعی ریشے کی ٹیکسٹائل پروسیسنگ کی صلاحیت حاصل نہ ہونے کے باعث پاکستان کی غیر سوئی ملبوسات کی برآمدات نہ ہونے کے برابر ہیں۔

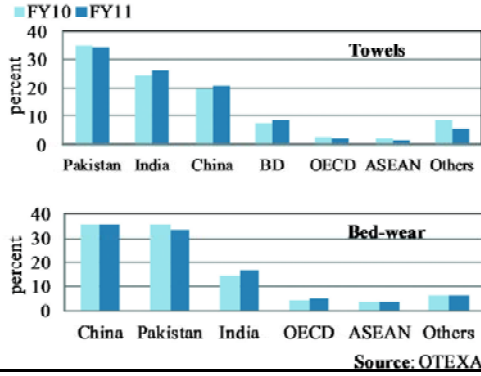
اسی طرح، گھریلو استعمال کی ٹیکسٹائل اشیاء کی عالمی منڈی میں بھی پاکستان کے حصے میں کمی آرہی ہے۔ امریکہ و یورپی یونین کی معیشتوں میں توقع سے سست بحالی اور قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے گھریلو ٹیکسٹائل اشیاء کی عالمی مارکیٹ دباؤ کا شکار رہی اور پاکستان پر اس کا بہت زیادہ اثر پڑا۔ بستر کی چادروں اور تولیے (پاکستان سے مجموعی ٹیکسٹائل برآمدات میں 20 فیصد سے زائد حصہ رکھنے والے) کی برآمدی مقدار میں مالی سال 11ء کے دوران کمی دیکھی گئی۔ خصوصاً، امریکی مارکیٹ میں پاکستانی حصے کی برآمدات بھارت نے کیں کیونکہ خریداروں نے زیادہ توجہ بلند معیار کی حامل مصنوعات پر مرکوز کی تھی۔ یہ حیران کن تھا لیکن قابل فہم ہے کیونکہ خریداروں نے پہلے کے مقابلے میں کم پریمیم ادا کر کے پاکستان کی درمیانے سے پست معیار کی مصنوعات کے بجائے بھارت کی بلند معیار کی حامل مصنوعات کی خریداری کو ترجیح دی۔ تولیوں کے زمرے میں پاکستان کے حصے میں کمی کا سبب بنگلہ دیش، بھارت اور چین کی سستی مصنوعات کو ترجیح دینا ہے (مکمل 9.3)۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے ٹیکسٹائل شعبے کو پڑوسی ملکوں سے سخت مسابقت کا سامنا کرنا پڑے گا اور پیداواری عمل میں جدید طریقے استعمال نہ کیے گئے اور

<sup>6</sup> پاکستانی کپڑے کی مجموعی برآمدات میں ترکی کا حصہ تقریباً 12 فیصد بنتا ہے۔

<sup>7</sup> بنگلہ دیش کو جی ایس پی کے تحت یورپی یونین کی منڈی تک ترجیحی رسائی کے لیے کم ترقی یافتہ ملک (ایل ڈی سی) کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح، بنگلہ دیش کی ٹیکسٹائل برآمدات کو یورپی تھنگ بٹ آرمر ایکٹیم (ای بی اے) کے تحت یورپی یونین تک ڈیوٹی فری رسائی دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ای بی اے (بشمول پاکستان) کا درجہ نہ رکھنے والے ملکوں کے مقابلے میں بنگلہ دیش کی ٹیکسٹائل مصنوعات کو مسابقت حاصل ہوگئی ہے۔

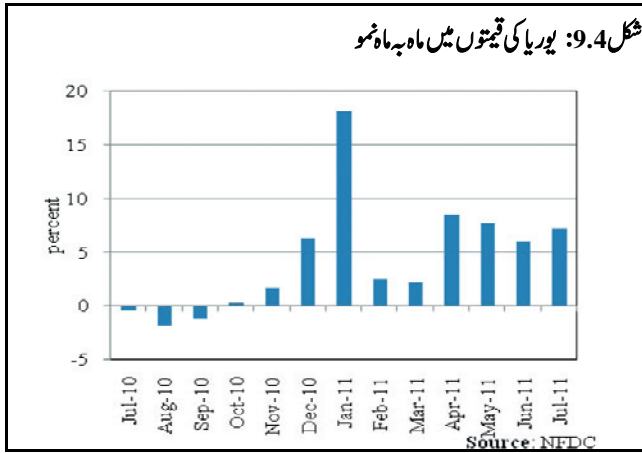
شکل 9.3: امریکہ کی گھریلو استعمال کی درآمدی ٹیکسٹائل میں حصہ (فیصد)



مارکیٹنگ کی نئی حکمت عملیاں اختیار نہیں کی جاتیں تو اس کے لیے اپنے وجود کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

مالی سال 11ء کے دوران قیمتوں کی وجہ سے پہنچنے والے فائدے کے آئندہ برس اعادے کا امکان بہت کم ہے۔ مالی سال 12ء میں پاکستان، بھارت اور چین میں کپاس کی بہتر پیداوار کے نتیجے میں ٹیکسٹائل کے شعبے کو رسد کی فراہمی بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔<sup>8</sup> لیکن توانائی کی قلت اور عالمی معاشی سست روی کے خطرات مقامی ٹیکسٹائل صنعت کی برآمدی کارکردگی کو متاثر کر سکتے ہیں۔

<sup>8</sup> سندھ میں سیلاب کی وجہ سے کپاس کی فصلوں کو پہنچنے والے نقصان کے باوجود پاکستان میں کپاس کی فصل کا مجموعی تخمینہ اب بھی 12 ملین گانٹھوں سے زیادہ ہے۔



## 9.2 کھاد

یوریا کی بروقت دستیابی کو یقینی بنانا حکومت کے اہم ترین پالیسی مقاصد میں شامل ہونا چاہیے کیونکہ اسے زرعی شعبے کے بنیادی خام مال کی حیثیت حاصل ہے۔ یوریا کی قلت کے اثرات پوری معیشت پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی پیداوار میں کمی کا اہم سبب ملک میں گیس کی کمی ہے۔ جب تک حکومت گیس تقسیم کرنے کی ایک ٹھوس پالیسی وضع نہیں کرتی اور ایڈ ہاک اقدامات پر انحصار ختم نہیں کیا جاتا، اس وقت تک یوریا کی منڈی میں سٹے بازی، قلت اور ذخیرہ اندوزی جیسے مسائل کو حل نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں دیکھنے میں آیا تھا۔

### گیس کی تقسیم کی غیر مربوط پالیسیاں

اگرچہ قومی گیس کی تقسیم و انتظام کی پالیسی 2005ء میں عام صارفین کے بعد کھاد کی صنعت کو ترجیح دی گئی تھی لیکن حالیہ فیصلوں میں اس پالیسی کو اہمیت نہیں دی گئی اور اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ کھاد کے شعبے (صنعت کے تخمینے یو ایس ایڈ کے تعاون سے تیار کی گئی مشاورتی فرم کی رپورٹ سے مطابقت نہیں رکھتے) کے بجائے دیگر شعبوں کو گیس کی فراہمی کا موضوع ایک الگ بحث ہے لیکن ایسے فیصلوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حکومت کی تقسیم کی پالیسیاں غیر مربوط ہیں اور ان سے مستقبل میں سرمایہ کاری کے فیصلوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔<sup>9</sup> کھاد کے اشیاء سازوں کے ساتھ سمجھوتوں میں اس بات کی ضمانت دی گئی تھی کہ سال کے نو مہینوں تک انہیں گیس فراہم کی جائے گی لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ اس لیے ایک پلانٹ حکومت کو گیس کی رسد یقینی بنانے پر مجبور کرنے کے لیے عدالت سے رجوع کر چکا ہے۔ ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ کھاد کے اشیاء ساز ایک بار پھر ایسے کسی لائحہ عمل کو اختیار کرتے ہیں یا نہیں۔

تاہم، موجودہ حالات میں کھاد بنانے والے کارخانوں کو گیس کی لوڈ میئنجنٹ کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے پیداوار کے متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔ ہمارے تخمینوں سے نشاندہی ہوتی ہے کہ اگر اس شیڈول پر عملدرآمد کیا گیا تو مالی سال 12ء میں ربیع کے لیے یوریا کی پیداوار 2.1 ملین ٹن ہو جائے گی۔ اس موسم میں 3.3 ملین ٹن کی طلب فرض کی جائے تو یوریا کی 1.2 ملین ٹن قلت کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے اس کی قیمت بڑھ جائے گی۔ اگر گیس کی فراہمی کی موجودہ سطح برقرار رہی تو اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ کھاد ساز ادارے قیمت کو 1600 روپے فی پوری سے زیادہ کریں گے لیکن اضافی کٹوتی قیمت پر دباؤ بڑھا سکتی ہے۔ چونکہ ایس این جی پی ایل میٹ ورک سے منسلک کارخانے گیس کے اس لوڈ میئنجنٹ منصوبے سے سب سے زیادہ متاثر ہوں گے، اس لیے یوریا کی قیمت ملک کے شمالی علاقوں میں بلند رہنے کا امکان ہے۔

### ذخیرہ اندوزی کی حوصلہ افزائی

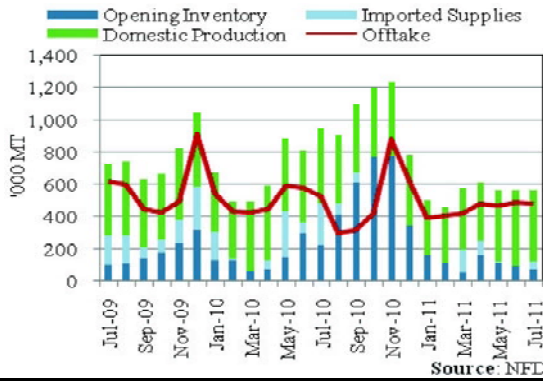
غیر مربوط پالیسیوں سے ہمیشہ یوریا کی ذخیرہ اندوزی کی ترغیب ملتی ہے جبکہ غیر سرکاری قیمت کے مزید بڑھنے کا امکان بھی رہتا ہے۔ چونکہ حکومت ابھی تک ملکی طلب کو پورا کرنے کے لیے یوریا کی درآمدات پر انحصار کر رہی ہے، اس لیے مارکیٹ میں یوریا کی بروقت دستیابی کے متعلق شکوک و شبہات برقرار رہیں گے۔ اگر حکومت یوریا کی بروقت درآمد میں ناکام ہو جاتی ہے اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ اس کے ذخیرے کو ملک بھر میں منظم انداز میں تقسیم کیا جائے تو پھر اس کے ڈیلرز مستقبل میں قیمتوں میں اضافے کی توقع کے باعث ذخیرہ جمع کر لیں گے جس سے اس کی دستیابی کے متعلق خدشات پیدا ہو جائیں گے۔ ضروری ذخائر ختم ہونے کے بعد مارکیٹ یوریا کی قلت کے بارے میں از خود پوری ہونے والی توقعات کو جنم دے گی۔ گیس کے بندوبست کے موجودہ فریم ورک کے اعلان اور کھاد کی صنعت کے لیے قدرتی گیس کے ٹیرف میں متوقع اضافے کے باعث یوریا کی غیر سرکاری قیمت اور تاجروں نے صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے لیے ذخیرہ اندوزی شروع کر دی ہے۔

### استعمال میں کمی

مالی سال 11ء کی پہلی ششماہی میں سیلاب، یوریا کی قلت اور سال کے آخری دو مہینوں کے دوران اس کی قیمتوں میں اضافے نے یوریا کے استعمال پر منفی اثرات مرتب کیے۔ اس

<sup>9</sup> ہمارے اپنے حساب سے نشاندہی ہوتی ہے کہ قدرتی گیس کے لیے کھاد بنی ٹیٹھس کرنے کا مسئلہ صرف گیس کی ڈالر قدرتی اکائی کی بنیاد پر طے پانے کے قریب پہنچ چکا ہے۔

شکل 9.5: یوریا کی دستیابی اور مصرف



کے نتیجے میں مالی سال 11ء کے دوران گزشتہ برس کے مقابلے میں یوریا کے استعمال میں 11.9 فیصد کمی ہوئی (شکل 9.6)۔<sup>10</sup> یوریا کے استعمال میں کمی رینج کے مقابلے میں خریف کی فصل کے ابتدائی مہینوں کے دوران دیکھی گئی۔ اس لیے ملک میں گندم کی فصل کی یافت پر اس کا معمولی اثر پڑا تھا۔

گندم کی شاندار فصل کے باعث کاشت کاروں کی آمدنی میں اضافے کے باوجود مالی سال کے آخری دو مہینوں میں یوریا کے استعمال میں کمی سے نشاندہی ہوتی ہے کہ اصل مسئلہ مارکیٹ میں یوریا کی عدم دستیابی تھی۔ ایس این جی پی ایل نیٹ ورک کے پلانٹس میں گیس کی قلت کے نتیجے میں یوریا کی ملکی پیداواری گنجائش سے مکمل استفادہ نہیں کیا جاسکا تھا۔ خریف کے موسم کے آغاز میں یوریا کی درآمد کے آثار نہ ہونے اور یوریا کی قیمتوں میں متوقع اضافے کے باعث اس کے پیدا کاروں نے گیس کی قلت کی وجہ سے بھاری منافع کمایا جبکہ ذخیرہ اندوزی نے مارکیٹ میں یوریا کی شدید قلت پیدا کر دی۔

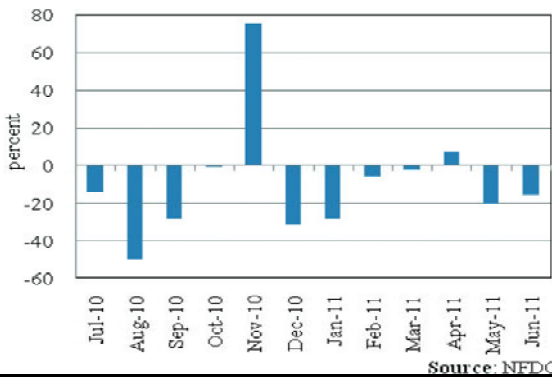
#### قلیل مدت میں قلت برقرار رہے گی

رینج کے موسم میں اسی صورتحال کے اعادے کا خطرہ ہے کیونکہ یوریا درآمد کرنے کے لیے ای سی سی سے ابھی تک رجوع نہیں کیا گیا۔ دسمبر میں اس کی طلب کے بلند ترین سطح پر پہنچنے کے باعث ہمیں یقین ہے کہ ایک بار پھر اس کی قلت پیدا ہو جائے گی کیونکہ اسے بہت کم درآمد کیا جاسکے گا اور وہ گندم کی فصل کے لیے ناکافی ثابت ہوگی۔<sup>11</sup> سمری شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے شمالی حصوں میں یوریا کی قلت زیادہ شدید ہے۔ چونکہ جن پلانٹس کو گیس کی قلت کے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا وہ ایس این جی پی ایل نیٹ ورک سے منسلک تھے اور مال برداری کی پست لاگت کے باعث اشیاء ساز اپنے کارخانوں کے قریبی علاقوں میں اس کی فراہمی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لیے جنوبی علاقوں میں یوریا کی دستیابی کی صورتحال شمال کے مقابلے میں بہتر رہے گی۔

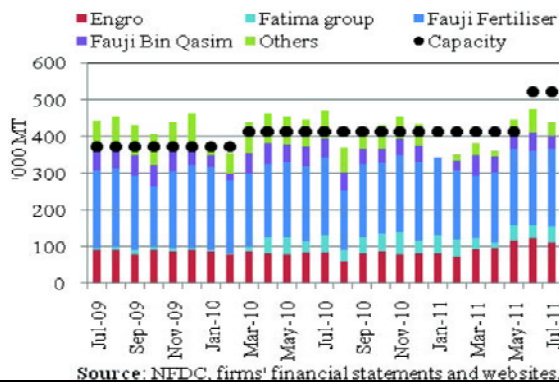
#### گیس کی مستقل پالیسی کی ضرورت

بدقسمتی ہے کہ آئی پی پیز کے بجائے کھاد کے کارخانوں کو گیس کی فراہمی کے متعلق ای سی سی کی جانب سے 7 مئی کو کیے جانے والے فیصلے پر عملدرآمد نہیں کیا جاسکا۔ کھاد بنانے والے کارخانوں کو گیس کے بجائے ڈیزل پر بجلی کے پلانٹس چلانے کی دو تہائی اضافی لاگت برداشت کرنا تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ بہترین قلیل مدتی حل تھا کیونکہ کھاد کے اشیاء ساز گیس کی قلت کی لاگت برداشت کرنے کے لیے تیار تھے۔ اس کے نتیجے میں یوریا کی قیمت کے بڑھنے کا امکان تھا کیونکہ کارخانے اپنی اضافی لاگت صارفین کو منتقل کر دیتے لیکن ملکی پیداوار سے طلب کو پورا کرنے میں مدد ملتی اور قیمتوں

شکل 9.6: یوریا کے استعمال کی سال بسال نمو



شکل 9.7: یوریا کی ماہانہ پیداوار



10 نومبر 10ء کے دوران یوریا کے استعمال میں اضافے کا اہم سبب سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں بجالی کی سرگرمیاں اور حکومت کی جانب سے کھاد کی مفت تقسیم ہے۔

11 ملک میں 1.2 ملین میٹرک ٹن یوریا کی ضرورت پوری کرنے کے لیے آنے والے مال بردار بحری جہازوں سے یوریا اتارنے میں 24 گھنٹے یا پانچ مہینے کا عرصہ لگتا ہے، اگر ہر جہاز پر پچاس ہزار میٹرک ٹن یوریا لدا ہو اور یہ فرض کیا جائے کہ ایک بھرے ہوئے بحری جہاز کو خالی کرنے میں ایک ہفتہ لگ جاتا ہے۔



کو کسی حد تک قابو میں رکھنا ممکن تھا۔ مزید برآں، پائپس کو گیس کی فراہمی میں کمی باکس 9.1: زراعت کی ترسیل کا ٹھکانہ سے بھر پور طریقہ کار حکومت کی جانب سے یوریا پر پی بوری جتنا زراعت دیا جاتا ہے وہ عالمی وکی قیمت کے پی بوری فرق سے زیادہ ہے۔ یہ زر اعانت کی ترسیل کے طریقہ کار کا نتیجہ ہے۔ ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (ٹی سی پی) عالمی منڈی کے نرخوں کے مطابق یوریا درآمد کرتی ہے اور پھر اسے نیشنل فریٹ لائزر کارپوریشن (این ایف سی) کو 528 روپے پی بوری پر فروخت کیا جاتا ہے جس کی قیمت کا تعین کابینہ کی اقتصادی تعاون کمیٹی (ای سی سی) کرتی ہے۔ پھر این ایف سی اس کھاد کو اپنی مارکیٹنگ کے ادارے نیشنل فریٹ لائزر مارکیٹنگ لمیٹڈ (این ایف ایم ایل) کے ذریعے ملک بھر میں تقسیم کر دیتی ہے۔ بد قسمتی سے یہ صورتحال بعض افراد کو منڈی کی قیمت سے خاصے کم نرخوں پر یوریا خریدنے کی ترغیب دیتی ہے جو اسے اپنے استعمال کے لیے یا پھر کھلی منڈی میں دوبارہ فروخت کر دیتے ہیں۔ اس لیے زراعت دینے کا ہدف حاصل نہیں ہوتا اور اس سے بد عنوانی کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ این ایف سی / این ایف ایم ایل میں یوریا کے ایک اسکینڈل کے متعلق ایف آئی اے کی تفتیش کے متعلق پریس رپورٹس سے منشا دی ہوتی ہے کہ زراعت کی ترسیل کا طریقہ کار ناقص ہے۔

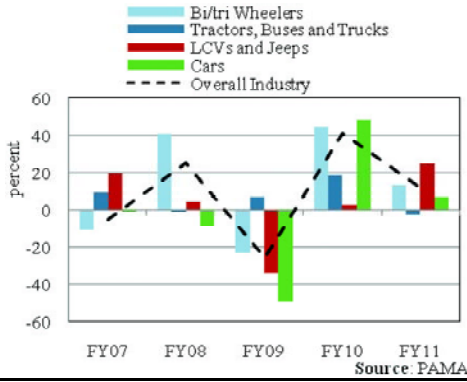
اس لیے کھاد کے شعبے میں گیس کی تقسیم کی ایک واضح اور پائیدار حکمت عملی کو اختیار کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے اور اس سے ہی کھاد کی ملکی پیداوار کے بارے میں پائی جانے والی غیر یقینی صورتحال کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک پائیدار پالیسی خواہ وہ درآمدی یوریا پر مبنی ہو یا پھر ملکی پیداوار پر، اس سے منڈی کی توقعات کا انتظام کرنا اور قیمتوں میں اضافے کو روکنا ممکن ہے۔ اگر ملک اپنی کھاد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس کی درآمد کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو پھر ہمیں یقین ہے کہ اس ضمن میں حکومتی کردار کو کم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مارکیٹ خود کھاد کی دستیابی کو یقینی بناسکے۔ لیکن اگر کھاد ملک میں موجود پیداواری گنجائش کو استعمال میں لاتے ہوئے حاصل کی جاتی ہے تو پھر حکومت کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ گیس کی تقسیم اور تیرف کو حقیقت پسندانہ بناتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائے کہ اس شعبے کی گیس کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ منڈی کی توقعات کو قابو میں رکھنے اور زرعی شعبے کو کھاد کی بلا تعطل فراہمی یقینی بنانے کی خاطر روڈ میپ متعین کرنے کے لیے پالیسی کی ضرورت ہے۔

#### درآمدات کا سوال

چونکہ گیس کی کمی کا مسئلہ قلیل مدت میں حل نہیں ہوگا اس لیے حکومت نے مالی سال میں یوریا درآمد کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ حکومت درآمد شدہ یوریا پر زر اعانت بھی ادا کرے گی کیونکہ اس کی عالمی قیمت ملک کی حالیہ قیمت کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ گیس لوڈ مینجمنٹ کا شیڈول جس پر پہلے بات کی گئی ہے، اگر اس پر عملدرآمد کیا گیا تو ہمیں یقین ہے کہ رینج کے موسم میں ملک 1.2 ملین میٹرک ٹن یوریا درآمد کرنا پڑے گی جس پر ملک کو تقریباً 620 تا 640 ملین ڈالر کی زرمبادلہ میں لاگت برداشت کرنا پڑے گی اور حکومت کو اس پر زر اعانت کی مد میں 42 ارب روپے ادا کرنے پڑیں گے (زراعت پر تفصیلی بحث دیکھئے باکس 9.1 میں)۔

مختصر یہ کہ کھاد کے شعبے کو درپیش مسائل کا سبب قدرتی گیس کی قلت کے انتظام کی ایڈ ہاک پالیسیاں ہیں۔ یوریا کی درآمد اور تقسیم میں این ایف سی اور این ایف ایم ایل کے کردار پر دوبارہ غور کرنے کے علاوہ حکومت گیس تقسیم کرنے کا ایک واضح فریم ورک وضع کر کے اس پر عمل پیرا ہونا کہ منڈی کی توقعات پر قابو پایا جاسکے اور سٹے بازی کی سرگرمیوں کی روک تھام ہو سکے۔

شکل 9.8: گاڑیوں کی صنعتی پیداوار



### 9.3 گاڑیوں کی صنعت

عالمی و ملکی دشواریوں کے باوجود مالی سال 11ء کے دوران گاڑیوں کے مقامی شعبے میں بحالی کا عمل جاری رہا۔ نقد خریداری کرنے والے صارفین کی طلب<sup>12</sup> سے پیداوار کو بڑھانے کی ترغیب ملی، اگرچہ مقامی صنعت کو سال کے آغاز میں سیلاب، گاڑیوں کے متعلق حکومت کی درآمدی پالیسی میں تبدیلی اور جاپان میں سونامی و زلزلے کی تباہ کاریوں کے باعث کاروں کے پرزوں کی عالمی رسد کی کمیوں میں تعطل سے نقصان پہنچا تھا۔ مالی سال 11ء میں گاڑیوں کی پیداوار گزشتہ برس کے مقابلے میں 10.3 فیصد زیادہ رہی۔<sup>13</sup> نئے مالی سال میں سیلز ٹیکس میں متوقع کمی کا فائدہ اٹھانے کے لیے جون 2011ء میں صارفین کی جانب سے نئی خریداری کو ملتوی کرنے کے باوجود یہ اضافہ حوصلہ افزا ہے۔<sup>14</sup>

### صارفین کی طلب پر مبنی نمو

کاروں، جیپوں، دو طرفہ / سہ طرفہ ویکلز<sup>15</sup> اور ملکی کمرشل گاڑیوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا جبکہ ٹریکٹروں، بسوں اور ٹرکوں جیسی کمرشل مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی گاڑیوں کی پیداوار میں کمی دیکھی گئی (شکل 9.8)۔

اشیا سازوں کے مطابق ایسا کمرشل گاڑیوں کی طلب میں کمی کے باعث ہوا۔ ٹریکٹروں کی طلب میں کمی کو حکومت کی جانب سے مارچ 2011ء میں ان پریسلز ٹیکس کے نفاذ سے نقصان پہنچا۔<sup>16</sup> پیدا کنندگان کا دعویٰ ہے کہ اس کے نتیجے میں قیمت بڑھنے سے چھوٹے کاشت کاروں کے لیے نئے ٹریکٹروں کی خریداری میں کشش ختم ہو گئی ہے۔ مزید برآں، بینکوں خصوصاً زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ کی جانب سے قرضوں کی دستیابی میں کمی بھی اس کی طلب کے سکڑنے کا ایک اہم سبب ہے۔ اس لیے ٹریکٹر ساز صنعتوں نے پیداوار میں کمی کر دی۔

### حکومت کی پالیسی میں تبدیلیاں

#### استعمال شدہ کاروں کی درآمد :

اس شعبے کی حکومتی پالیسی میں سب سے بڑی تبدیلی استعمال شدہ کاروں کی درآمد پر پابندیوں میں نرمی کرنا تھی۔ اس شعبے میں قیمتوں میں مسابقت کو فروغ دینے کے لیے حکومت نے استعمال شدہ کاروں کی عمر کی حد کو 3 سال سے بڑھا کر 5 سال تک کر دیا<sup>17</sup> اور درآمدی ڈیوٹی مقاصد کے لیے زیادہ سے زیادہ ٹیکسنگ کا چارج 50 فیصد سے بڑھا کر کار کی قدر کے 60 فیصد تک کر دیا جس کے نتیجے میں استعمال شدہ مکمل ساختہ یونٹوں (سی بی یوز) کی درآمدات میں گزشتہ برس کی نسبت 85 فیصد سے زائد اضافہ دیکھا گیا (شکل 9.9)۔ یہ گاڑیوں کی مقامی منڈی کو رسد کی فراہمی میں خاصے اضافے کو ظاہر کرتا ہے لیکن یہ اقدام بااعتماد اور مضبوط برانڈز رکھنے والے مقامی اسمبلرز کو کس حد تک متاثر کرتا ہے، یہ ابھی دیکھنا باقی ہے۔

اصل سازو سامان بنانے والوں (او ای ایمز) کا کہنا ہے کہ ایسی صورتحال میں جب مقامی صنعت اپنی نصب شدہ پیداواری گنجائش کے تقریباً نصف کے برابر کام کر رہی ہو، درآمدات کی حوصلہ افزائی کرنا مقامی صنعت کی طویل مدتی نمو پر منفی اثرات مرتب کر سکتا ہے (شکل 9.10)۔

<sup>12</sup> سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاروں کی طلب نقد خریداری پر مبنی تھی۔ گزشتہ دو برسوں کے دوران کچھ بہتری کے باوجود اس میں صارفی مالکاری کا کردار محدود رہا۔

<sup>13</sup> مالی سال 10ء کے دوران اس میں 36.4 فیصد نمو ہوئی لیکن یہ مالی سال 09ء کی پست اساس کو ظاہر کرتی ہے جب کاروں کے لیے بینکوں کی صارفی مالکاری زوال پذیر تھی۔ ماخذ: وفاقی دفتر شماریات۔

<sup>14</sup> حکومت نے مالی سال 11ء کے آخر میں مالی سال 12ء کے لیے نئی گاڑیوں پر پریسلز ٹیکس کو 17 فیصد سے کم کر کے 16 فیصد کر دیا تھا۔

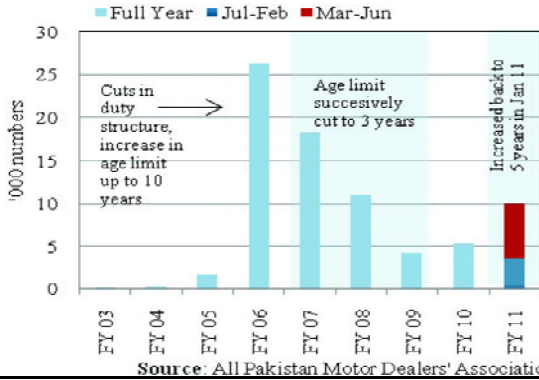
<sup>15</sup> اس زمرے میں موٹر سائیکلیں شامل ہیں۔

<sup>16</sup> اس سے قبل ٹریکٹروں کو بینک ٹیکس سے استثنیٰ حاصل تھا۔

<sup>17</sup> حکومت نے مالی سال 06ء میں بھی استعمال شدہ گاڑیوں کی درآمدات پر عائد پابندیوں میں نرمی کرتے ہوئے دس سال پرانی گاڑیاں درآمد کرنے کی اجازت دی تھی۔ تاہم، مالی سال 09ء میں عمر کی حکم کر کے تین سال کر دیا گیا تھا۔ کاروں کے لیے عمر کی حدیں حالیہ زمری میں بسوں کو بھی شامل کر دیا گیا۔



### شکل 9.9: استعمال شدہ کاروں کی درآمدی پالیسی میں تبدیلیاں

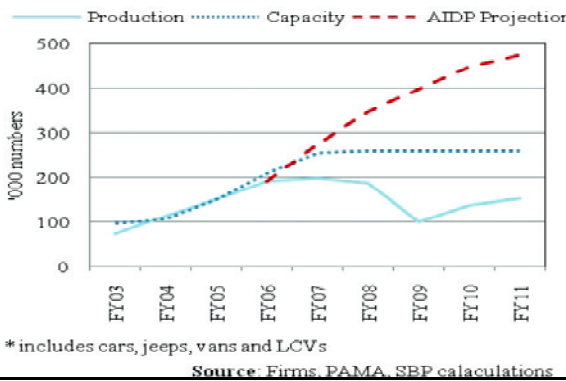


ہمارے خیال میں درآمدات کی مضبوط طلب کو مد نظر رکھتے ہوئے کاروں کی مقامی صنعت کی موجودہ اضافی گنجائش حیران کن ہے، خصوصاً اگر دونوں کو بھی مناسب متبادل سمجھا جائے۔ ملکی منڈی میں طلب ورسد (جسے حکومت درآمدات کی لبرل پالیسی سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہے) کے فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے مقامی اسمبلر زکو ترغیب ملنی چاہیے تھی کہ وہ اس طلب کو پورا کرنے کے لیے اپنی پیداوار میں اضافہ کریں۔<sup>18</sup> تاہم، ایسا اسی وقت ممکن تھا اگر درآمدی استعمال شدہ کاریں اور مقامی ساختہ نئی کاریں ایک دوسرے کا قریبی متبادل ہوتیں اور انہیں ایک ہی مارکیٹ میں مسابقت کا سامنا کرنا پڑتا۔

ہماری رائے میں موجودہ صورتحال کاروں کے لیے کئی منڈیوں کی موجودگی کو ظاہر کرتی ہے، جس میں مقامی اسمبلر زکو استعمال شدہ کاروں کی درآمد سے مسابقت کا سامنا نہیں ہے بلکہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ پالیسی میں تبدیلی کے نتیجے میں درآمدات میں بلند ترین نمو مارکیٹ کے اس حصے میں معلوم ہوتی ہے جو قیمت کے حوالے سے حساس ہے جہاں پاک سوز کی سرگرمی ہے (بڑی کاریں بنانے والوں کے بجائے)۔<sup>19</sup> مارکیٹ کا یہی حصہ ہے، نہ کہ نئی کاروں کی پوری مارکیٹ، جس میں چھوٹی استعمال شدہ درآمدی کاریں مقامی اسمبلر کی جانے والی کاروں سے مسابقت کر سکتی ہیں۔

درآمدی اسکیم میں یکسانیت کی کئی خصوصیات ہیں لیکن استعمال شدہ کاروں کی عمر کی حد میں کسی بھی قسم کے مزید اضافے کو میزبان معیشت کی دیگر لاگتوں میں دیکھا جانا چاہیے، خصوصاً استعمال شدہ کاروں کے پرانے انجنوں اور ٹیکنالوجی کے ماحول پر ممکنہ منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اس لیے صارفین کے انتخاب کی بڑھتی ہوئی ترجیحات کو ان وسیع تر اقتصادی لاگتوں سے متوازن کرنا ضروری ہے۔

### شکل 9.10: گاڑیوں کی صنعت میں پیداواری گنجائش کا استعمال

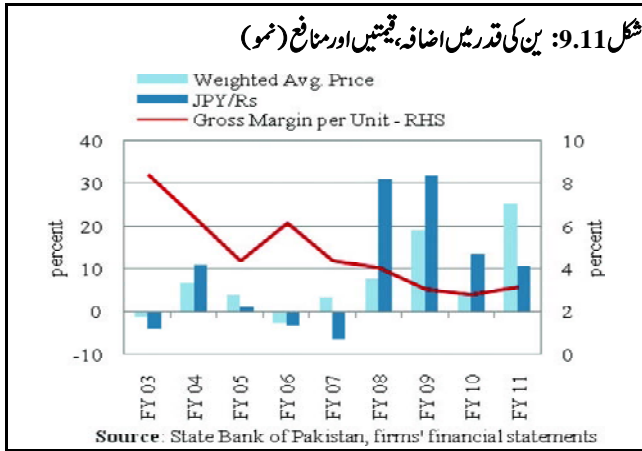


نئی صنعتوں کے داخلے کی پالیسی: پاکستان میں نئی پیداواری تنصیبات قائم کرنے کی خواہش مند غیر ملکی کمپنیوں کو مراعات کے معاملے پر حکومت اور اداریہ کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بنیادی اختلاف مکمل ساختہ یونٹوں کی کٹس کی درآمدات پر عائد کیے جانے والے ٹیرف کے نرخوں پر ہے۔ حکومت اس صنعت میں غیر ملکی سرمایہ کاری کو ترغیب دینے کے لیے پروزوں کی ایسی درآمدات پر چند برسوں کے لیے ٹیرف اور ڈیوٹی میں رعایتیں دینا چاہتی ہے۔ مقامی کمپنیاں اس کی مزاحمت کر رہی ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ایسے اقدامات آٹو انڈسٹری ڈیولپمنٹ پلان (اے آئی ڈی پی) کی روح کے منافی ہیں۔ یہ پانچ سالہ ٹیرف فریم ورک ہے جس کی مدت آئندہ سال مکمل ہو جائے گی۔ ان کمپنیوں کا کہنا ہے کہ مجوزہ ترغیبات سے نئی کمپنیوں کو لاگت کا غیر شفاف فائدہ حاصل ہو جائے گا اور اس کے بجائے حکومت انہیں پیداواری تنصیبات کے لیے زمین جیسی متبادل رعایتوں کی پیش کش کر سکتی ہے۔

ہمارے خیال میں مصنوعات کی منڈی میں قیمتوں کی تغیر پذیری میں اضافے کا باعث بننے والی پالیسیاں اختیار کرنے کے بجائے ایسی پالیسیاں تشکیل دی جائیں جن سے تمام فرمز کو

18 یہ فرض کرتے ہوئے کہ مقامی پیداوار کو درآمدات کے مقابلے میں لاگت کا فائدہ حاصل ہے، اس لیے اگر دونوں چیزیں ایک دوسرے کا قریبی متبادل ہوں تو صارفین کو استعمال شدہ درآمدی گاڑیوں پر مقامی ساختہ گاڑیوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس سے مقامی صنعت میں موجود اضافی گنجائش کے امکانات اور درآمدات کی مضبوط طلب کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ تاہم، موجودہ صورتحال میں مقامی فرمز کے پاس اضافی گنجائش موجود ہے جبکہ درآمدات کی طلب بھی بلند ہے۔ اس سے مقامی طور پر اسمبل کی جانے والی نئی گاڑیوں اور درآمدی گاڑیوں کے لیے سنگل مارکیٹ کی موجودگی کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور دو مارکیٹوں کی موجودگی کے خیال کو تقویت ملتی ہے۔

19 مالی سال 11 کے دوران 1300 سی سی سے کم انجن والی گاڑیوں کا پرانی کاروں کی درآمدات میں حصہ 63.1 فیصد تھا۔



مسابقت کے یکساں مواقع حاصل ہو سکیں۔ مسابقت کے بڑھنے سے مقامی صنعت کو فائدہ ہوگا، خصوصاً قیمتوں میں مسابقت ایک ایسی سرکاری پالیسی کا نتیجہ نہیں ہونی چاہیے جو دوسروں کے مقابلے میں بعض مخصوص فرمز کو ترجیح دیتی ہو۔ اس لیے، غیر ملکی سرمایہ کاری کو متوجہ کرنے کے لیے قلیل مدتی رعایات ضروری ہو سکتی ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی وسط مدتی پالیسی جو بیرونی ذرائع اور ملکی معیشت کی پیداوار کی کارگزاری پر مبنی مسابقت کی حوصلہ افزائی کرتی ہو زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس پالیسی کے جو منڈی پر مبنی نتائج میں رکاوٹ بنتی ہو۔

مالی سال 12ء کے میزانیہ اقدامات: سیلر ٹیکس کو 17 فیصد سے کم کر کے 16 فیصد پر لانے اور خصوصی ایکسائز ڈیوٹی (ایس ای ڈی) کے خاتمے نے

صارفین کو جون 2011ء میں خریداریاں روکنے کی ترغیب دی تاکہ وہ نئے مالی سال کے آغاز سے اس میں ہونے والی کمی کا فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کے نتیجے میں جون میں نئی کاروں کی فروخت میں 56 فیصد کمی دیکھی گئی۔<sup>20</sup> توقع کے مطابق نئے مالی سال کے آغاز سے ٹیکسوں میں کمی پر عملدرآمد شروع ہوتے ہی ان کی فروخت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔

#### کاروں کی قیمتیں اور یں کی قدر بڑھنے کے اثرات

یہ فرض کرتے ہوئے کہ اشیا ساز کاروں کے الگ الگ پروزوں کو بڑی تعداد میں جاپان سے درآمد کرتے ہیں، ہم جاپانی کرنسی ین کی قدر میں ہونے والی تبدیلیوں کے اثرات کا جائزہ لیں گے کہ قیمتوں میں ہونے والے حالیہ اضافے میں اس کا کتنا ہاتھ ہے۔ مالی سال 11ء میں مقامی طور پر اسمبل کی جانے والی کاروں کی بدولت اوسط قیمتوں<sup>21</sup> کے تجربے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی قیمتوں میں تقریباً 25 فیصد اضافہ ہوا جو کہ پاکستانی روپے کے مقابلے میں جاپانی ین کی قدر میں ہونے والے دس فیصد اضافے سے زیادہ ہے (شکل 9.11)۔

اس لیے مقامی صنعت پر خاصی تنقید کی گئی اور حکومت نے بھی کارساز اداروں پر زور دیا کہ وہ اس کی قیمتوں میں کمی کریں اور اس کا نتیجہ استعمال شدہ کاروں کی درآمدات پر پابندیوں میں نرمی کی صورت میں برآمد ہوا، جس پر پہلے بحث کی جا چکی ہے۔

ین کی قدر میں اضافے کے مقابلے میں قیمتوں میں ہونے والے غیر متناسب اضافے کے باوجود مقامی کار اسمبلرز کے منافع سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے فی پونٹ خام مارجن میں گزشتہ برسوں کے دوران کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی پیداواری لاگت خاصی بڑھ گئی ہے، جیسے کہ اسٹیل، پولی پروپیلین، ایلومینیم اور تانبے جیسے اہم خام مال کی لاگت بڑھ گئی ہے۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ کاروں کی قیمتوں میں ہونے والی تبدیلیوں کو اس وسیع تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے بجائے اس کے کہ بازار مبادلہ میں ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجے میں خام مال کی لاگت میں تبدیلی کو مد نظر رکھا جائے۔

#### جاپان میں زلزلے اور سونامی کے رسدی دھچکے

جاپان میں مارچ 2011ء میں سونامی کی تباہ کاریوں سے کاروں کے پروزوں کی رسدی کڑیوں میں آنے والے نقصان سے گاڑیوں کی عالمی صنعت کو بلا واسطہ اور بالواسطہ خاصا نقصان پہنچا تھا۔ لیکن مقامی صنعت پر اس کے اتنے شدید اثرات مرتب نہیں ہوئے جتنا کہ خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا۔ انڈس موٹرز نے بنگ کو عارضی طور پر معطل کر دیا لیکن یہ تین ہفتوں میں بحال ہو گئیں۔ اس کے نتیجے میں سال کی مجموعی پیداوار میں کمی آگئی اور سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشتر ماڈلز کی ڈیوری کے اوقات میں بہتری دیکھنے میں آئی تھی۔

#### مالی سال 12ء کے امکانات

نئے مالی سال کے دوران حکومت کی پالیسی میں ہونے والی حالیہ تبدیلیوں سے صنعت کی کارکردگی کے متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔

20 پاکستان آٹوموبائل میونسپلٹی پرز ایسوسی ایشن (پی اے ایم اے)۔

21 ان میں پاکستان میں کام کرنے والے کار کے تین سب سے بڑے ادارے شامل ہیں: پاک سوزوکی، انڈس موٹرز اور ہنڈا اٹلس۔ قیمتوں کو فروخت کی آمدنی اور اکائی فروخت کے تناسب سے اخذ کیا جاسکتا ہے اور اس کا وزن اکائی فروخت میں فرم کے مارکیٹ میں حصے کے مطابق دیا جاتا ہے۔ ماخذ: فرم کے مالی حسابات، پی اے ایم اے اور اسٹیٹ بینک کے حسابات۔

ٹیکس اور کار کی قیمتوں پر اثرات: مالی سال 12ء کے بجٹ میں سیلز ٹیکس میں کمی اور ایس ای ڈی کے خاتمے سے سال کے آغاز میں فروخت میں تیزی آئی ہے۔ تاہم، فروخت پر خالص اثر کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ٹیکسوں میں کمی کے نتیجے میں حتمی لاگت میں کتنی کمی آتی ہے یا متبادل کے طور پر پیدا کنندہ کی جانب سے قیمتوں میں اضافہ صارفین کے فائدے کو کم کرنے کا سبب بنے گا۔ سمعی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ ٹیکسوں میں کمی کے نتیجے میں صارفین قیمتوں میں متناسب کمی نہیں ہوئی۔

حکومت کی طلب: پنجاب حکومت نے صوبے کے بیروزگاروں کو 20 ہزار ”پیلی ٹیکسیاں“ فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس ضمن میں پاک سوزوکی سے کاروں کی فراہمی کے لیے معاہدہ طے پا گیا ہے جو کہ فرم کی پیداواری گنجائش کے لیے خوش آئند ثابت ہوگا۔ یہاں یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ نوے کی دہائی میں ڈائو اور ہنڈائی کے ساتھ پیلی ٹیکسیوں کی ایک ایسی ہی اسکیم متعارف کرائی گئی تھی۔

درآمدی پالیسی: کسٹمز ڈیوٹی اخذ کرنے کے لیے فرسودگی کی شرح کو ایک فیصد سے بڑھا کر دو فیصد کر دیا گیا ہے۔ یہ استعمال شدہ گاڑیوں کے درآمد کنندگان اور ڈیلرز کا ایک اہم مطالبہ تھا تا کہ کاروں کے مقامی اسمبلرز کو با مقصد مسابقت دی جاسکے۔ اس بات کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ فرسودگی کی حد کو بھی 50 فیصد سے بڑھا کر 60 فیصد کر دیا گیا ہے۔

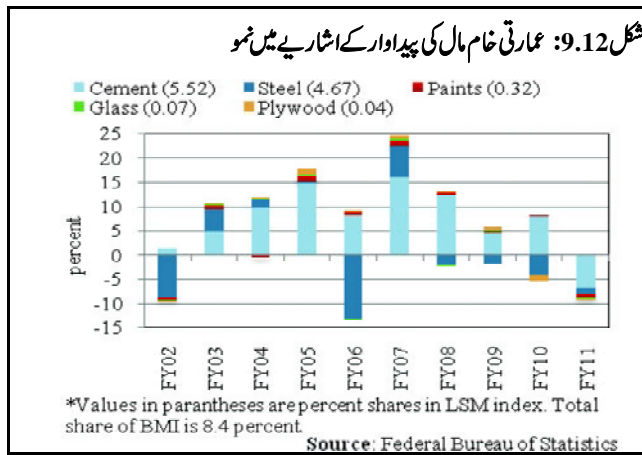
اس پس منظر میں ہم توقع کرتے ہیں کہ نئے مالی سال میں استعمال شدہ کاروں کی درآمدات میں اضافہ ہوگا۔ ہماری یہ رائے جاپان میں نقل و حمل کی صورتحال میں بہتری کی بنیاد پر مبنی ہے جو کہ ان کی درآمدات کا اہم ذریعہ ہے۔ اور نئی تجارتی پالیسی میں درآمدات میں مزید آزاد کاری لانے کے اضافی اقدامات کا امکان، جیسے زیادہ سے زیادہ عمر کی حد میں اضافہ، ڈیوٹیز میں کمی اور استعمال شدہ کاروں کی کمرشل درآمد کی اجازت دینا۔

#### 9.4 تعمیرات اور عمارتی خام مال

میں 11ء کے دوران تعمیرات کی صنعت میں دہائی کی پست ترین شرح نمو 0.8 فیصد ریکارڈ کی گئی۔ 22 مئی 10ء کے دوران ہونے والی 59 برسوں کی بلند ترین شرح نمو (28.4 فیصد) کے پیش نظر مذکورہ شرح مایوس کن معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ، سرکاری و نجی دونوں شعبوں میں ماکاری کی مشکلات اور رینٹل اسٹیٹ مارکیٹ میں ماند سرگرمیوں کے باعث گذشتہ برس تعمیرات کی نمو کو بڑھانے والے عوامل کے طویل عرصہ تک کارآمد رہنے کا امکان نہیں تھا لیکن مئی 11ء میں صنعت کی کارکردگی پست ترین توقعات پر بھی پورا نہیں اتر سکی۔ شرح نمو سال کے آغاز میں منصوبہ بندی کمیشن کے مقررہ ہدف سے 3 فیصدی درجے کم رہی تھی۔

جدول 9.4: تعمیرات کے اظہاریوں کا خلاصہ			
نمو فیصد، بشرطیکہ دیگر مقامات پر وضاحت دی گئی ہو			
مئی 11ء	مئی 10ء	مئی 09ء	
0.8	28.4	-11.2	تعمیرات کا حقیقی جی ڈی اے
2.5	2.6	2.1	جی ڈی پی میں حصہ
-9.1	2.7	4	عمارتی خام مال کی پیداوار
12.5	-5.4	20.2	عمارتی خام مال کی قیمتیں
-20.9	-34.9	-6.9	تعمیراتی جی ایف سی ایف
0.9	-5.5	-10.9	قرضہ اور تعمیرات
-40.2	9.8	4.6	تعمیرات، براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
7.0	6.7	6.6	روزگار میں حصہ

ماخذ: وفاقی دفتر شماریات، افرادی قوت سروے اور بینک دولت پاکستان



اس خراب کارکردگی کی دو اہم وجوہات ہیں۔ اول، جولائی اور اگست 2010ء میں سیلاب اور بھاری بارشوں کی وجہ سے تعمیر نو کی سرگرمیوں کے لیے بلند طلب موجود تھی لیکن مونسون کے دوران سڑکوں کو نقصان پہنچنے کے باعث بھاری تعمیراتی مواد کی منتقلی میں مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ دوم، عمارتی خام مال کی صنعتی پیداوار میں کمی کا نتیجہ تعمیرات کی بلند لاگت کی صورت میں برآمد ہوا۔

#### 9.4.1 عمارتی خام مال کی قلت

پانچ برسوں میں پہلی بار پیداوار کے متعلق عمارتی خام مال کے اشاریے (بی ایم آئی) 24 مئی مالی سال 11ء کے دوران 9.2 فیصدی دیکھی گئی جبکہ گذشتہ برس اس میں 2.7 فیصدی نمو ہوئی تھی۔ ایسا پہلی بار دیکھنے میں آیا ہے کہ بی ایم آئی میں مجموعی طور پر پیداوار میں کمی ہوئی ہے۔ اگرچہ پیداوار میں کمی کا ایک سبب طلب میں کمی تھی لیکن ہمیں یقین ہے کہ منفی بازاری کا حلقہ موجود ہو سکتا ہے جس کے نتیجے میں رسد کی کمی کے باعث قیمتیں بڑھ گئیں اور تعمیرات کے شعبے میں ان کی طلب کم ہو گئی، خاص طور پر ایسے وقت میں جب رینٹل اسٹیٹ پر متوقع منافع کی سطح پست تھی (بکس 9.2)۔

یہ امر دلچسپی کا باعث ہے کہ طلب کے علاوہ دیگر دو عوامل نے پیداوار کو خاصا متاثر کیا: توانائی کی قلت اور قیمتیں اور مسابقت کا فقدان۔ بعض صورتوں میں ان دونوں عوامل نے اثرات مرتب کیے تھے۔

تعمیراتی صنعتوں کو توانائی سے متعلق بعض مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اول، گیس اور بجلی کی رسد میں کمی نے ان صنعتوں کو متاثر کیا جنہیں خام مال کو نرم رکھنے کے لیے مسلسل گرمی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے شیشہ، فولاد کی دوبارہ ڈھلائی (گیس پر مبنی) اور فولاد پگھلانا (بجلی سے)۔ دوم، ایندھن کی بڑھتی ہوئی قیمتوں نے خام مال اور پیداوار دونوں کی مال برداری کی لاگت کو بڑھا دیا تھا۔ جنوبی علاقوں میں شیشہ مہنگا ہو گیا کیونکہ اس کی ساری صنعت شمالی علاقوں میں واقع ہے۔ اسی طرح، گڈانی میں جہاز بھگنی سے قدرے سستا فولادی اسکرپ اور درآمدی اسکرپ مال برداری کی بلند لاگت کے باعث مہنگا ہو گیا تھا۔

22 یہ صرف ابتدائی تخمینوں کا تخمینہ ہے اور سعی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آخری سہ ماہی میں تعمیرات کے شعبے میں نمو ہوئی ہے۔ اس لیے ہم توقع کرتے ہیں کہ مالی سال 11ء کے لیے جی ڈی پی کے تخمینے پر نظر ثانی کی جائے گی۔

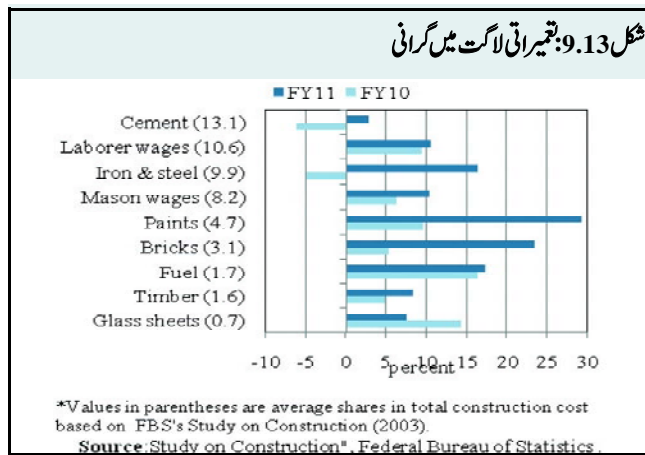
23 فیصل ڈی زائرس، مینجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے) کے تخمینے کے مطابق 1.9 ملین مکانات، 12,516 اسکولوں کی عمارات اور طبی محنت کے 579 مراکز تباہ ہوئے۔ مزید برآں، دریائے سندھ کے بند میں کئی جگہ پر خشک پڑا جبکہ منڈا اور دریائے سوات کے ہیڈورکس بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے۔ اس کے نتیجے میں پانی داخل ہونے سے انفراسٹرکچر کو وسیع پیمانے پر نقصان پہنچا تھا۔ (این ڈی ایم اے سیلاب کے متعلق ویب سائٹ: <http://www.pakistanfloods.pk/pakistan-flood-2010>)

24 عمارتی خام مال کا اشاریہ سینٹ، فولاد، پینٹس، شیشہ اور پلائی ووڈ کے ذیلی اشاریوں کا مجموعہ ہے، جسے وفاقی دفتر شماریات نے تشکیل دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان پانچ صنعتوں کا بڑے پیمانے کی اشیاء سازی کے اشاریے میں حصہ 10.6 فیصد بنتا ہے۔

کونسل کی قیمت بڑھنے سے سینٹ کی پیداواری لاگت بھی بڑھ گئی تھی۔ تاہم، سینٹ کی صنعت نے قیمت کے دھچکے کو بہتر انداز میں برداشت کیا کیونکہ اس صنعت نے ماضی قریب میں توانائی مستعد طریقے اختیار کرنے پر بھاری سرمایہ کاری کی تھی جیسے حرارتی فضلے کی بجالی کے پلائس اور بھٹیوں میں متبادل ایندھن (چاول کا چھلکا، دوبارہ قابل استعمال بنایا گیا خشک ایندھن، استعمال شدہ ٹائر وغیرہ)۔ بد قسمتی سے ضوابطی مشکلات درآمد شدہ کونسل کے متبادل کی فوری دستیابی میں رکاوٹ ہیں۔<sup>25</sup>

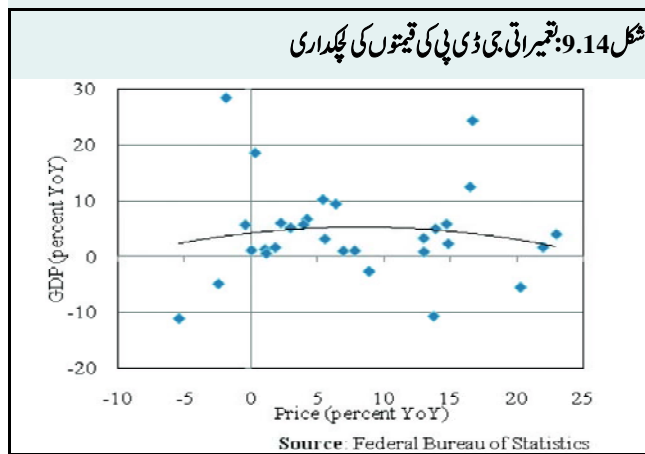
تاہم، لاگت میں اضافے اور پست طلب کے باوجود کچھ صنعتیں اپنی پیداوار کم رکھتے ہوئے اپنا مارجن بڑھانے میں کامیاب رہیں۔ اس رویے کا سبب یہ ہے کہ عمارتی خام مال کی کچھ منڈیوں میں درآمدی مسابقت موجود نہیں۔ مثلاً، سینٹ کی درآمدات فائدہ مند نہیں ہیں کیونکہ اس کی قیمت اور حجم کا تناسب پست ہے۔ ٹرانسپورٹ کی لاگت خاصی بڑھ سکتی ہے جس سے درآمدی سینٹ کی قیمت مقامی قیمت سے بڑھ جائے گی، چاہے ملکی قیمتیں بلند سطح پر ہی کیوں نہ ہوں۔

اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ بعض صنعتوں کی پیداوار میں کمی کا سبب صرف طلب کی پست سطح نہیں تھی۔ بظاہر، دو صنعتوں نے جان بوجھ کر اپنی برآمدات میں کمی کی، اس حقیقت کے



**جدول 9.5: گریجریلیٹ کے ٹیسٹ کے نتائج (م 82 تا م 11، دو متغیر شامل ہیں)**

نتیجہ	امکان	F-Stat	زیر آزمائش مفروضہ
گرانی جی ڈی پی کا گریجریٹ سبب نہیں بنتی	0.01	5.17	مسترد
جی ڈی پی نمو گرانے کا گریجریٹ سبب نہیں بنتی	0.07	2.94	مسترد



**بکس 9.2: کیا بلند لاگت تعمیرات کے شعبے کو متاثر کرتی ہے؟**  
گذشتہ دو مالی سالوں کے دوران تعمیرات کی صنعت کی کارکردگی ہر سال ایک دوسرے کے برعکس رہی۔ مالی سال 10ء میں تعمیراتی خام مال کی قیمتوں میں 5.4 فیصد کی آئی جبکہ تعمیرات میں 28 فیصد اضافہ ہوا۔ اگلے سال قیمتوں میں 12.5 فیصد اضافہ ہوا اور تعمیرات کی نمو گریٹ 0.8 فیصد ہو گئی۔ کیا تعمیرات کی نمو اور گرانے کے مابین منفی علیت (causality) پائی جاتی ہے؟

اس کا تعین کرنے کے لیے ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ٹھیکیدار یا بلڈر کے اخراجات کو عمارتی خام مال کی قیمتیں کس طرح متاثر کرتی ہیں۔ وفاقی دفتر شماریات کی جانب سے 2003ء میں کیے جانے والے تعمیراتی صنعت کے ایک سروے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقریباً 85 فیصد تعمیراتی لاگت عمارتی خام مال اور مزدوروں کی ادائیگیوں پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ اس میں مالی، بیر، فرسودگی اور دیگر جاری لاگت بہت معمولی تھی (شکل 9.13)۔

تعمیراتی خام مال کی قیمتوں میں اضافے سے تعمیراتی کام فوری طور پر پست رفتاری کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ اسے جاری رکھنے کے لیے ٹھیکیداروں/بلڈرز اور کانسٹریکٹرز سے دوبارہ سودے بازی کی ضرورت پڑتی ہے۔ سودے بازی میں تاخیر کی لاگت برداشت کرنا پڑتی ہے جیسے تعمیراتی مقام پر مزدوروں کو رکھنا، پہلے سے خریدے گئے عمارتی خام مال کا ذخیرہ کرنا اور ایسی ڈیلز کی منسوختی جن پر ابھی عملدرآمد نہیں کیا جا سکا۔ اگرچہ تعمیرات کے بیشتر منصوبوں میں قیمتوں میں اتار چڑھاؤ سے مطابقت کی شق موجود ہوتی ہے لیکن سب سے زیادہ متاثر ہونے والے منصوبے وہ ہیں جن کی لاگت میں اضافہ ہو رہا ہے کہ دوبارہ سودے بازی کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ بعض اوقات منصوبے میں بلڈر اپنا بہت کچھ داؤ پر لگانے کی وجہ سے اپنے منافع پر سمجھوتہ کرتے ہوئے اسے جاری رکھتا ہے۔ اگر تعمیراتی لاگت مسلسل بلند سطح پر رہتی ہے تو طویل مدت میں کمی منصوبے سرد خانے کی نذر ہو سکتے ہیں۔ ان دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے توقع کی جاسکتی ہے کہ تعمیرات کے شعبے کی قیمتوں اور قدر اضافی کے مابین منفی تعلق پایا جاتا ہے۔

دوسری جانب، اس کے بالکل برعکس نتائج بھی نکل سکتے ہیں: جیسے تعمیراتی شعبے کی جانب سے طلب بڑھنے کے باعث عمارتی خام مال کی قیمتوں میں گرانی کا رجحان ہو (یہ فرض کرتے ہوئے کہ طلب اتنی مضبوط ہے کہ وہ لاگت کی گرانی کا اثر سہکتی ہے)۔ اس دلیل کو سب سے زیادہ تقویت حاصل ہوتی ہے۔ بلڈرز اور ٹھیکیداروں کا کہنا ہے کہ تعمیراتی خام مال اور مزدوروں کی منڈیوں میں خام مال کی قلت کے نتیجے میں قیمتوں میں فوراً اضافہ ہو جاتا ہے۔

تجرباتی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ علیت دونوں طرح سے ہو سکتی ہے (جدول 9.5)۔ زیر جائزہ مدت میں تعمیراتی جی ڈی پی کی نمو اور عمارتی خام مال کی قیمتوں کی گرانی کے لیے گریجریٹ سبب سے ظاہر ہوتا ہے کہ گرانی اور نمو کے درمیان گریجریٹ علیت دو طرفہ ہے۔ طلب پر مبنی گرانی کا مفروضہ کچھ کمزور ہے جبکہ گرانی کے نتیجے میں جی ڈی پی میں نمو دیکھی گئی تھی۔

25 تھروگول کے ترتیبی منصوبے پر بہت سست رفتاری سے عملدرآمد ہو رہا ہے اور نائزوں کی درآمد پر کسٹم ڈیوٹی کی بلند سطح سینٹ کی بھٹیوں میں اس کے وسیع تر استعمال میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

تاہم، دلچسپ امر یہ ہے کہ گرانٹی اور جی ڈی پی گرنیجر میں براہ راست علیت پائی جاتی ہے۔ زیر جائزہ مدت کے دوران تعمیراتی صنعت کی نمو اور گرانٹی کے درمیان مثبت رابطہ پایا جاتا ہے جو اس توقع کے برخلاف ہے کہ گرانٹی کی بلند سطح نمو میں کاباعث بن سکتی ہے۔

ایک اور بینا نہ طلب کی کلیدار قیمت ہے، تاہم اس سے نشاندہی ہوتی ہے کہ دونوں متغیرات کے درمیان کوئی بامقصد ربط نہیں پایا جاتا (شکل 9.14)۔ تاہم ظاہر ہوتا ہے کہ زیر جائزہ مدت کے دوران تعمیرات کا شعبہ لاگت میں ہونے والی تبدیلیوں کے مقابلے میں بڑی حد تک غیر کلیدار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تعمیرات کی صنعتی سرگرمی اور گرانٹی کی ایک دوسرے کے متعلق پیش گوئی کمزور ہوتی ہے۔ یہ ایک اور متغیر یا متغیرات کی موجودگی کو ظاہر کرتا ہے جو کہ جی ڈی پی اور گرانٹی کے طرز عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس بات کا امکان بہت زیادہ ہے کہ تعمیرات کا ایک دوسرے سے گہرا ربط ہوتا ہے۔ تاہم، ان پیش گوئی متغیرات کا انحصار تعمیرات میں سرمایہ کاری کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ تمام سرمایہ کاریوں کی طرح لاگت کو صرف متوقع منافع کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔ منافع یا قیمت جس پر مستقبل میں جاننا اور فروخت کیا جاسکتا ہے، اس کا انحصار ریٹیل اسٹیٹ اور سرمایہ منڈیوں کی سرگرمی، خطرہ منڈی اور امن وامان سے پیدا ہونے والے خطرات، ٹیکس نظام میں تبدیلیوں وغیرہ جیسے عوامل پر ہوتا ہے۔ یہ امر دلچسپی کا باعث ہے کہ عمارتی خام مال کی قیمتوں کے رجحانات طلب کی نوعیت کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں اور ان کا ریٹیل اسٹیٹ مارکیٹ کی توقعات کو بنانے میں اہم کردار ہوتا ہے۔ ریٹیل اسٹیٹ منڈیوں میں تیزی کے رجحان سے تعمیراتی صنعت کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

باوجود برآمدات کی بلند سطح کے نتیجے میں انہیں کفایتی حجم سے فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ مثلاً، سیمنٹ بنانے والے بعض کارخانہ داروں نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ برآمدات میں کمی کریں گے تاکہ انہیں ملک میں بلند قیمتیں حاصل ہو سکیں۔ سوڈا الیش کی صنعت (شیشے کا خام مال) کا رویہ بھی ایسا ہی تھا جس نے برآمدی حجم میں خاصی کمی کر کے قیمتوں میں 20 فیصد کا اضافہ کر دیا۔

آخر میں، پیٹنٹس کی صنعت وہ واحد صنعت تھی جس کی مقدار میں کمی اس میں ساختی تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے۔ پیٹنٹ بنانے والی کئی بڑی کمپنیاں اب رنگوں کی کسٹمائزیشن (customization) کی ٹیکنالوجی کو اختیار کر رہی ہیں جس کی مدد سے صارف کو وقت ضائع کیے بغیر اس کی مرضی کا شیڈ تیار کر کے دینا ممکن ہو جائے گا۔ تاہم، یہ ٹیکنالوجی مہنگی ہے اور اس کی مارکیٹ محدود ہے لیکن پیٹنٹ بنانے والی کمپنیاں اسے منافع بخش سمجھ رہی ہیں۔ اس لیے، اگرچہ رسمی شعبے میں پیٹنٹ کی قیمت مالی سال 11ء کے دوران 30 فیصد تک بڑھ گئی تھی لیکن اس کی پیداوار میں 25 فیصد کمی آگئی۔ سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ سستے پیٹنٹ کی طلب کی ضروریات اب غیر رسمی شعبے کی چھوٹے پیمانے کی فیکٹریاں پوری کر رہی ہیں۔

#### 9.4.2 فنڈز کے حصول کی جدوجہد

مالی سال 11ء کے دوران سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کی تعمیرات کی نمو میں کمی کا ایک اہم سبب فنڈز کی قلت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عمارتی لاگت میں تیزی سے اضافہ رقوم کی مزید کمی کا باعث بنا۔ آخر میں ریٹیل اسٹیٹ مارکیٹوں میں جاری مندی کے رجحان کا نتیجہ ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاری میں کمی کی صورت میں برآمد ہوا۔

سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام کے لیے مختص فنڈز میں سال کے دوران خاصی کٹوتی کی گئی<sup>26</sup> جو کہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں کی فوری بحالی کے لیے کسی حد تک ضروری تھی۔ تاہم، ہمیں یقین ہے کہ اخراجات کے اس اضافی بوجھ کے بغیر بھی مالیاتی اخراجات کے مقررہ حد سے تجاوز کا امکان تھا۔ سرکاری فنڈز کو منجمد کرنے کی وجہ سے متعدد جاری اور مجوزہ منصوبوں پر کام روک دیا گیا۔ اس کے علاوہ، بعض غیر ملکی امدادی ایجنسیوں نے بھی فنڈز فراہم نہیں کیے جس کے نتیجے میں ایک بڑے ڈیم کی تعمیر کا کام رک گیا۔

نجی شعبے میں اگرچہ مضبوط طلب موجود نہیں تھی لیکن بعض جاری منصوبوں کے لیے رقوم کے حصول میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مالی سال 11ء کے دوران تعمیرات کے شعبے کو بینکیوں کی قرض گاری میں صرف 0.9 فیصد کا اضافہ ہوا جبکہ گزشتہ دو برسوں سے اس میں کمی کا رجحان رہا تھا۔ اس کا سبب اس شعبے میں نادہنگی کی بلند شرح ہے۔ مالی سال 11ء کے دوران رہن مالکاری کی شرح 25 فیصد سے زائد کی بلند سطح پر پہنچ گئی تھی۔

مزید برآں، سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیونٹی مکاناتی منصوبوں (جو عام طور پر بینکیوں سے قرضہ نہیں لیتے) کے بلڈرز کو بھی صارفین کی جانب سے ماہانہ قسطوں کی ادائیگیوں میں نادہنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر میں، بلند گرانٹی کے باعث قسطوں کی ادائیگیوں پر دوبارہ سودے بازی بھی مشکل ہو گئی کیونکہ مکانوں کے ممکنہ خریداروں نے لاگت میں ہونے والے اضافے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

<sup>26</sup> مالی سال 11ء کے بجٹ میں جاری اخراجات میں مکانات اور کیونٹی ہولتوں کے لیے 1.8 ارب روپے مختص کیے گئے تھے۔ بعد ازاں اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے کم کر کے 1.7 ارب روپے کر دیا گیا۔ اس میں 9.8 فیصد کمی ہوئی۔ مکانات اور تعمیرات کے شعبے کے لیے ترقیاتی بجٹ 3.6 ارب روپے تھا، جسے بعد ازاں کم کر کے 1.5 ارب روپے کر دیا گیا یعنی اس میں منفی 57.3 فیصد کمی کی گئی۔



اسٹیٹ بینک بینکوں کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے کہ وہ تعمیرات اور مکانات کے شعبے کو قرضے فراہم کریں۔ اسٹیٹ بینک کی جانب سے کیے جانے والے اقدامات میں انفراسٹرکچر ماکاری کے نظر ثانی شدہ رہنما خطوط کا اجرا (اگست 2010)، پاکستان مورگج ری فنانس ایجنسی (جوامالی سال 12ء کی پہلی ششماہی میں کام شروع کرے گی) اور بینکوں کی جانب سے بڑے بلڈرز کو مالی مصنوعات تیار کرنے میں مدد دینا (منصوبے پر کام جاری ہے) اور شیشے کی صنعت کو بینکوں کے رعایتی قرضوں (جنوری 2011ء سے طویل مدتی ماکاری سہولت کے تحت) کی فراہمی جیسے اقدامات شامل ہیں۔ امید کی جارہی ہے کہ مذکورہ اقدامات سے مستقبل میں معاشی نمو کے لیے فنڈز کی باآسانی دستیابی کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی۔

#### آئندہ سال تعمیرات میں معتدل ترقی کا امکان ہے

اگر زری پالیسی میں نرمی کا سلسلہ جاری رہا تو ہمیں توقع ہے کہ مستقبل میں اس شعبے کو ماکاری کی دستیابی میں بہتری آئے گی۔ مزید برآں، مکاناتی ماکاری کے لیے مخصوص اقدامات جن کا مندرجہ بالا طور میں ذکر کیا گیا ہے، ان پر عملدرآمد سے ضروری قرضوں کی فراہمی کے ذریعے اس شعبے کی نمو کو بڑھانے میں مدد ملے گی۔

مزید برآں، سیلاب کے بعد نوآبادکاری، انفراسٹرکچر اور بجلی کے شعبے بشمول ایران پاکستان گیس پائپ لائن اور کچھ ڈیموں کی تعمیر کے لیے مجوزہ حکومتی سرمایہ کاری سے بھی اس شعبے کی نمو بڑھے گی۔ یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ مالی سال 12ء کی پہلی سہ ماہی میں سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام (پی ایس ڈی پی) کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سال بڑے ڈیموں اور انفراسٹرکچر کی تعمیر کے لیے رقوم جاری کی جارہی ہیں۔

نمو کے اس موقع کو عملی شکل دینے کے لیے عمارتی خام مال کی منسلک صنعتوں کا تعاون بھی درکار ہوگا۔ لیکن اس صنعت میں نمو کی پیش گوئی بہت مشکل کام ہے۔ جیسا کہ ماضی میں دیکھنے میں آیا ہے کہ طلب کے علاوہ بعض دیگر عوامل بھی پیداوار پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

مالی سال 12ء کے بجٹ میں اینٹوں اور کنکریٹ بلاکس پر 16 فیصد سلیز ٹیکس کا نفاذ ایک معمولی دھچکا ثابت ہو سکتا ہے۔ اب تک ان صنعتوں کو ٹیکسوں سے استثنیٰ حاصل تھا۔ اس نئے ٹیکس سے طلب میں کچھ کمی ہوگی لیکن ہمیں یقین ہے کہ اینٹوں کی صنعت پر ٹیکسوں کا نفاذ درست سمت میں اٹھایا گیا ایک قدم ہے۔ اینٹ سازی پاکستان کی ایک بہت بڑی صنعت ہے اور تقریباً ساری ہی دستاویزیت کے دائرے سے باہر ہے۔<sup>27</sup> بد قسمتی سے ماضی میں اس صنعت کو دستاویزی شکل دینے اور ٹیکس عائد کرنے کی کوششیں بھٹے مالکان کی مزاحمت کے باعث کامیاب نہیں ہو سکی تھیں۔ اس لیے صرف امید کی جاسکتی ہے کہ حکومت حالیہ کوشش پر ثابت قدمی سے عمل پیرا ہوگی۔

<sup>27</sup> چین اور بھارت کے بعد پاکستان اینٹیں بنانے والا دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں سالانہ ایک ارب اینٹیں بنائی جاتی ہیں۔ ماخذ: ایلن بام، 'اینٹوں کی بھٹیوں سے سیاہ کاربن کا اخراج'، صاف فضا کی ناسک فورس پر پریزنٹیشن، 17 اپریل، 2010ء۔ [www.iiasa.ac.at/rains/meetings/.../Day2/Chaisson\\_brickkilns.pdf](http://www.iiasa.ac.at/rains/meetings/.../Day2/Chaisson_brickkilns.pdf)